سلسلہ حقوقِ انسانی

اسلام میں اقلیتوں کے حقوق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

اِسلام

میں

اَقلیتوں کے حقوق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین:

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اِسلام میں اَقلیتوں کے حقوق
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، محمد فاروق رانا
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	ستمبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	-/55 روپے

❁ ❁ ❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرس

صفحہ	مشتملات
۷	❖ پیش لفظ
۹	اِبتدائیہ
۱۵	۱۔ قانون کی نظر میں اقلیتوں کا مساوی مقام
۲۰	۲۔ قانون کے نفاذ میں مساوات کا حق
۲۱	۳۔ نجی زندگی اور شخصی رازداری کا حق
۲۲	۴۔ مذہبی آزادی کا حق
۲۵	مرتد کی سزا اور آزادی عقیدہ
۲۷	۵۔ اقتصادی اور معاشی آزادی کا حق
۲۸	۶۔ اجتماعی کفالت میں اقلیتوں کا حق
۳۰	۷۔ روزگار کی آزادی کا حق
۳۲	۸۔ تحفظ اور سلامتی کا حق
۳۵	۹۔ تمدنی اور معاشرتی آزادی کا حق
۳۷	۱۰۔ اقلیتوں کی حفاظت اِسلامی رِیاست کی ذِمّہ داری ہے

مشتملات	صفحہ
۱۱۔ عسکری خدمات سے اِستثناء کا حق	۴۲
۱۲۔ اَقلیتوں سے معاہدے کی پاسداری اِسلامی رِیاست کا فرض ہے	۴۳
۱۳۔ جنگی قیدیوں کے حقوق	۴۴
۱۴۔ معاہداتِ نبوی اور اقلیتوں کے حقوق	۴۴
نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ	۴۵
۱۵۔ خلافتِ صدیقی اور اقلیتوں کے حقوق	۴۸
(۱) اہلِ عانات سے معاہدہ	۴۸
(۲) اہلِ حیرہ سے معاہدہ	۴۹
(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایات	۵۰
۱۶۔ خلافتِ فاروقی اور اقلیتوں کے حقوق	۵۱
اہلِ ماہ بہراذان سے معاہدہ	۵۲
۱۷۔ خلافتِ عثمانی اور اقلیتوں کے حقوق	۵۴
۱۸۔ خلافتِ مرتضوی اور اقلیتوں کے حقوق	۵۵
مآخذ و مراجع	۵۷

پیش لفظ

اِسلام حقیقی تصور میں اَعلیٰ اِنسانی اَقدار کے حامل معاشرہ کے قیام کا پیغام لے کر آیا۔ اِسلام کی آمد سے قبل معاشرے کا ہر طبقہ طاقت ور کے ظلم وستم کا شکار تھا۔ دیگر اَفرادِ معاشرہ کی طرح اِسلام سے قبل اَقلیتوں کے حقوق کا بھی کوئی تصور موجود نہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اَقلیتوں کو معاشرے میں وہی مقام عطا کیا جو معاشرے کے بنیادی شہریوں کو حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے اَقلیتوں کی جان، مال، عزت، آبرو ناموس حتی کہ ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کو بھی ریاست مدینہ کے آئین کا حصہ بنایا۔ آج دنیا بھر میں اَقلیتوں کا مسئلہ ایک اہم سوال بن کر سامنے آیا ہے۔ اگرچہ دنیا بھر میں اَقلیتیں اِبتلاء و آزمائش کا شکار ہیں۔ ایسے نظائر بمشکل ہی ملیں گے جہاں دنیا میں اَقلیتوں کو ان کے اپنے ثقافتی، مذہبی و سماجی تحفظ کے ساتھ ساتھ ان ممالک میں بھی برابر سیاسی، انتظامی اور آئینی حقوق حاصل ہوں۔

یہ اَمر قابل غور ہے کہ اَقلیتوں کا معاملہ صرف اِسلام کے تناظر میں معرضِ تنقید رہا ہے۔ حالاں کہ تاریخ اسلام اس اَمر کی گواہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی مملکت میں اَقلیتوں کو وہ بلند مقام حاصل رہا کہ بغداد و اسپین اور برصغیر میں اَقلیتیں ہر سطح کے ریاستی امور میں بھی شریک رہیں اور مملکت کی اعلیٰ ترین ذمہ داریوں پر فائز رہی ہیں۔ یہ سب کچھ ان تعلیمات کا اثر تھا جو غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومنوں کے حقوق آپس میں برابر اور ان کے ذمہ کی ادائیگی کے لیے ان میں سے جو اَدنیٰ ہیں وہ بھی کوشش کریں۔ کسی غیر مسلم کے بدلے کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور کسی معاہد کو اس کی مدتِ معاہدہ میں قتل

نہیں کیا جائے گا۔ غیر مسلموں کے حقوق کی اَہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالاں کہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔ گویا آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کے اثرات کے دنیا سے آخرت تک کے احاطے کو بیان فرما دیا۔

حضرت شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی زیر نظر تصنیف اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق کی مختلف جہات کا اِحاطہ کرتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ اَمر واضح ہو جاتا ہے کہ اَقلیتوں کے حقوق کے باب میں تمام تر جدید اقدامات بھی اس اتمامیت، کمال اور جامعیت کے حامل نہیں ہیں جو اسلام کی تعلیمات میں نظر آتی ہے۔ امید ہے اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف اہلِ علم کے ہاں اہمیت کا حامل ہوگا بلکہ عالمی سطح پر بھی اسلام کے دینِ انسانیت ہونے کے تشخص کو نمایاں کرنے کا باعث بنے گا۔

(ڈاکٹر طاہر حمید تنولی)
ناظمِ تحقیق
تحریکِ منہاجُ القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِبتدائیہ

اسلام شرفِ اِنسانیت کا علمبردار دین ہے۔ ہر فرد سے حسن سلوک کی تعلیم دینے والے دین میں کوئی ایسا اصول یا ضابطہ روانہیں رکھا گیا جو شرف انسانیت کے منافی ہو۔ دیگر طبقات معاشرہ کی طرح اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو بھی ان تمام حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جن کا ایک مثالی معاشرے میں تصور کیا جاسکتا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی اساس معاملات دین میں جبر واکراہ کے عنصر کی نفی کر کے فراہم کی گئی:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ (۱)

’’دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہوچکی ہے، سو جو کوئی معبودانِ باطل کا انکار کردے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لیے ٹوٹنا (ممکن) نہیں، اور اللہ خوب جاننے والا ہے○‘‘

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ○ (۲)

’’(سو) تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے○‘‘

---

(۱) القرآن،البقرة، ۲: ۲۵۶

(۲) القرآن، الکافرون، ۱۰۹: ۶

اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کو کتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

ألا من ظلم معاهداً او انتقصه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة(۱)

’’خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اُس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔‘‘

یہ صرف ایک تنبیہ ہی نہیں بلکہ ایک قانون ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں اسلامی مملکت میں جاری تھا، جس پر بعد میں بھی عمل درآمد ہوتا رہا اور اب بھی یہ اسلامی دستورِ مملکت کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے:

ان رجلا من المسلمين قتل رجلا من أهل الکتاب، فرفع الی النبی ﷺ، فقال رسول الله ﷺ: أنا أحق من وفی بذمته، ثم أمر به فقتل۔(۲)

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج، باب فی تعشير، ۳: ۱۷۰، رقم: ۳۰۵۲
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۱: ۲۰۱
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۴: ۷، رقم: ۴۵۵۸
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۸: ۱۱۵
۵۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۸۵، رقم: ۲۳۴۱

(۲) ۱۔ بيہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۳۰
۲۔ شافعی، المسند، ۱: ۳۴۳
۳۔ ابو نعيم، مسند ابی حنيفه، ۱: ۱۰۴

’’ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کر دیا اور وہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس فیصلہ کے لیے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اہل ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے قاتل کے بارے میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ اقلیتوں کے بارے مسلمانوں کو ہمیشہ متنبہ فرماتے تھے، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے معاہدین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

من قتل معاهدا لم یرح رائحة الجنة و ان ریحها توجد من مسیرة اربعین عاما۔ (۱)

...... ۴۔ شافعی، الام، ۷: ۳۲۰

۵۔ شیبانی، المسبوط، ۴: ۴۸۸

۶۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ۲: ۲۹۹

۷۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۱۲۶

۸۔ زیلعی، نصب الرایه، ۴: ۳۳۶

۹۔ مبارکپوری، تحفة الاحوذی، ۴: ۵۵۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجزیه، باب إثم من قتل، ۳: ۱۱۵۴، رقم: ۲۹۹۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب من قتل معاهدا ۲: ۸۹۶، رقم: ۲۶۸۶

۳۔ ربیع، المسند، ۱: ۳۶۷، رقم: ۹۵۶

۴۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۳۳

۵۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۳: ۲۰۴، رقم: ۳۶۹۳

۶۔ صنعانی، سبل السلام، ۴: ۶۹

۷۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۷: ۱۵۵

’’جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جنت سے بہت دُور رکھا جائے گا دراصل یہ تنبیہات اس قانون پرعمل درآمد کروانے کے لیے ہیں جو اسلام نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے عطا کیا۔

غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے ان کی حضور نبی اکرم ﷺ خود میزبانی فرماتے چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

انهم کانوا لأصحابنا مکرمین، و انی أحب أن أکافئهم (۱)

’’یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز ومنفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذات خود ان کی تعظیم وتکریم اور مہمان نوازی کروں۔‘‘

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شامل مسیحیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶:۵۱۸، رقم: ۹۱۲۵
۲۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۹۷
۳۔ ابن کثیر، السیرة النبویة، ۲: ۳۱

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۵۷
۲۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۴:۴
۳۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۳: ۶۲۹

حضور نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کی روشنی میں چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر ہر اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو حقوق کا تحفظ حاصل رہا۔

اقلیتوں سے حضور نبی اکرم ﷺ کے حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ ان کا برتاؤ بھی آپ ﷺ کے ساتھ احترام پر مبنی تھا۔ ایک جنگ میں آپ ﷺ کا حلیف ایک یہودی جب مرنے لگا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بڑی جائیداد ہے اس کا وارث کون ہو گا؟ تو اس یہودی نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ میری جائیداد کے وارث ہوں گے۔ اسلامی ریاست میں اقلیتوں سے حسن سلوک کا ایک غیر مسلم کی طرف سے اعتراف تھا۔

آپ ﷺ کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو برتاؤ رہا اس کی بھی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ و طائف نے آپ ﷺ پر بے شمار مظالم ڈھائے، لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ایک انصاری کمانڈر سعد بن عبادۃ نے ابوسفیان سے کہا:

الیوم یوم الملحمۃ۔

''آج لڑائی کا دن ہے۔''

یعنی آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا:

الیوم یوم المرحمۃ۔(۱)

''(آج لڑائی کا نہیں بلکہ) آج رحمت کے عام کرنے (اور معاف کر دینے) کا دن ہے۔''

(۱) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹:۸
۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲:۵۹۷
۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۲۲
۴۔ خزاعی، تخریج الدلالات السمعیہ، ۱:۳۴۵

پھر آپ ﷺ نے اپنے مخالفین سے پوچھا کہ بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ تو اُنہوں نے کہا کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خطا کار بھائیوں کے ساتھ برتاؤ کیا تھا آپ ﷺ سے بھی وہی توقع ہے۔ اس جواب پر آپ ﷺ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے فرمایا تھا: **لا تثریب علیکم الیوم، اذھبوا فانتم الطلقاء**(یعنی تم سے آج کوئی پوچھ گچھ نہیں تم سب آزاد ہو)۔[1]

حضور نبی اکرم ﷺ کا بڑا دُشمن ابوسفیان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا **من دخل دار ابی سفیان فھو آمن** (جو ابوسفیان کے گھر میں آج داخل ہوا وہ امن میں ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو اس طرح پورا کیا کہ جو بھی اس دن ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امان مل گئی۔[2]

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۰، رقم: ۳۶۸
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۸
۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۱۷۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجھاد ،باب فتح مکہ ۳: ۱۴۰۶، رقم: ۱۷۸۰
۲۔ ابو داؤد، السنن،کتاب الخراج،باب ماجاء فی خبر مکہ، ۳: ۱۶۲، رقم: ۳۰۲۱
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۹۸، رقم: ۳۶۹۰۰
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۷۶
۵۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۶۰، رقم: ۲۳۳
۶۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۹۰
۷۔ البزار، المسند، ۴: ۱۲۲، رقم: ۱۲۹۲
۸۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۳: ۳۲۱
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۴، رقم: ۱۰۹۶۱ ←

مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کرنے میں سب سے زیادہ دو اشخاص کا دخل تھا وہ ابولہب کے بیٹے تھے جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ایذائیں دی تھیں۔ فتح مکہ کے روز یہ دونوں گستاخ کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے جا چھپے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو خود کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے سے نکالا اور معاف کر دیا۔(۱)

۱۔ قانون کی نظر میں اَقلیتوں کا مساوی مقام

امام ابویوسف اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب الخراج'' میں لکھتے ہیں کہ عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں تعزیرات اور دیوانی قانون دونوں میں مسلمان اور غیر مسلم اقلیت کا درجہ مساوی تھا۔(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کے عہد میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

أنا أحق من أوفى بذمته(۳)

.... ۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۸

۱۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶:۱۷۵

۱۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸:۱۲

۱۳۔ فاکہی، اخبار مکہ، ۳:۲۷۷

(۱) زیلعی، نصب الرایہ، ۳:۳۳۶

(۲) ابو یوسف، کتاب الخراج: ۱۸۷

(۳) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۳۰

۲۔ شافعی، المسند، ۱:۳۴۳

۳۔ مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۴:۵۵۷

۴۔زیلعی، نصب الرایۃ، ۴:۳۳۶

’’غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔‘‘

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے **انا أکرم من وفی ذمته** فرمایا۔(۱)

آپ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل درآمد کے بے شمار نظائر دور خلافت راشدہ میں بھی ملتے ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ پورا ثبوت موجود تھا۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں اس مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو معاوضہ دے کر معاف کرنے پر راضی کرلیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اسے فرمایا:

لعلهم فزعوك او هددوك ۔

’’شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر تجھ سے یہ کہلوایا ہو۔‘‘

اس نے کہا نہیں بات دراصل یہ ہے کہ قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں، جو پسماندگان کے لیے کسی حد

...... ۵۔ ابونعیم، مسند ابی حنیفة، ۱:۱۰۴
۶۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱:۱۲۶
۷۔ شیبانی، المبسوط، ۴:۴۸۸
۸۔ شافعی، الام، ۷:۳۲۰
۹۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ۲:۲۹۹

(۱) ۱۔ دار قطنی، السنن، ۳:۱۳۴
۲۔ بیهقی، السنن الکبریٰ، ۸:۳۰
۳۔ عسقلانی، ۲:۲۶۲، رقم: ۱۰۰۹
۴۔ صنعانی، سبل السلام، ۳:۲۳۵
۵۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۷:۱۵۳

تک کفایت کرے گی۔ اس لیے خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے میں معافی دے رہا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہرحال ہماری حکومت کا اُصول یہی ہے کہ:

من کان له ذمتنا فدمه، کدمنا، و دیته، کدیتنا (1)

’’جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہے اور اس کی دیت ہماری دیت ہی کی طرح ہے‘‘

۲۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إذا قتل المسلم النصرانی قتل به (2)

’’اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو مسلمان (عوضاً) قتل کیا جائے گا۔‘‘

۳۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

دیة الیهودی والنصرانی والمجوسی مثل دیة الحر المسلم (3)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۳۴
۲۔ ابویوسف، کتاب الخراج:۱۸۷
۳۔ شافعی، المسند: ۳۴۴
۴۔ شافعی، الام، ۷: ۳۲۱
۵۔ شیبانی، الحجه، ۴:۳۵۵
۶۔ زیلعی، نصب الرایه، ۴:۳۳۷
۷۔ عسقلانی، الدرایه، ۲:۲۶۳
۸۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۷:۱۵۴

(۲) ۱۔ شیبانی، الحجة، ۴: ۳۴۹
۲۔ شافعی، الام، ۷:۳۲۰

(۳) ۱۔ شیبانی، الحجة، ۴: ۳۲۲
۲۔ ابن ابی شیبة، المصنف، ۵:۴۰۷، رقم: ۲۷۴۴۸
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۰:۹۵، ۹۷، ۹۹ ←

’’یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔‘‘

اسی قول کی بنا پر فقہانے یہ اصول تشکیل دیا کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو بلا ارادہ قتل کر دے تو اس کی دیت بھی وہی ہوگی جو مسلمان کو بلا ارادہ قتل کرنے سے لازم آتی ہے۔(۱)

۴۔ ایک دفعہ حضرت عمرو بن عاص والی مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی تو اُنہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی فرمایا:

متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا۔(۲)

’’تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔‘‘

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا، اس پر:

فکتب فیه عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان یدفع الی اولیاء المقتول فان شاؤوا قتلوا و ان شاؤوا اعفوا فدفع الرجل إلی ولي المقتول إلی

------ ۴۔ ابن رشد، بدایة المجتهد، ۲:۰ ۳۱

۵۔ صنعانی، سبل السلام، ۳:۱ ۲۵

۶۔ زیلعی، نصب الرایة، ۴:۳۶۸

۷۔ عسقلانی، الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة، ۲:۲۷۶

(۱) ۱۔ حصکفی، در المختار، ۲:۲۲۳

۲۔ ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳:۲۷۳

(۲) ۱۔ حسام الدین، کنز العمال، ۲: ۴۵۵

۲۔اسماعیل محمد میقا، مبادی اسلام ومنهجه: ۲۷

رجل فقتله۔(۱)

’’آپ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالہ کیا جائے۔ اگر وہ چاہیں قتل کر دیں ورنہ معاف کر دیں۔ چنانچہ وہ مقتول کے وارث کو دے دیا گیا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔‘‘

۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کا فتویٰ دے دیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے ہرمزان، جفینہ اور ابولولو کی بیٹی کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ شاید وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔(۲)

۷۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ابن شاس جذامی نے شام کے کسی علاقے میں ایک شخص کو قتل کر دیا، معاملہ حضرت عثمان تک پہنچنے پر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مداخلت پر آپ نے ایک ہزار دینار دیت مقرر کی۔(۳)

۸۔ عظیم محدث ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں:

ان دیة المعاهد فی عهد ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم مثل دیة الحر المسلم۔(۴)

’’بے شک ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔‘‘

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۳۲
۲۔ شافعی، الام، ۷: ۳۲۱
۳۔ شیبانی، الحجة، ۴: ۳۳۵
۴۔ زیلعی، نصب الرایة، ۴: ۳۳۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۱۷
۲۔ عسقلانی، الدرایہ، ۲: ۲۶۳

(۳) شافعی، المسند، ۱: ۳۴۴

(۴) ۱۔ شیبانی، الحجة، ۴: ۳۵۱
۲۔ شافعی، الام، ۷: ۳۲۱

۲۔ قانون کے نفاذ میں مساوات کا حق

اسلامی ریاست میں تعزیرات میں ذمی اور مسلمان کا درجہ مساوی ہے۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی وہی ذمی کو بھی دی جائے گی۔ ذمی کا مال مسلمان چرائے یا مسلمان کا مال ذمی چرائے دونوں صورتوں میں سزا یکساں ہوگی۔ (۱)

دیوانی قانون میں بھی ذمی اور مسلمان کے درمیان کامل مساوات ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد أموالھم کأموالنا (۲) کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کے مال کی ویسی ہی حفاظت ہونی چاہیے جیسی مسلمانوں کے مال کی ہوتی ہے۔ اس باب میں ذمیوں کے حقوق کا اتنا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ان کی شراب یا ان کے خنزیر کو بھی تلف کر دے تو اس پر ضمان لازم آئے گا۔ در المختار میں ہے:

و یضمن المسلم قیمة خمره و خنزیره اذا اتلفه (۳)

’’مسلمان اس کی شراب اور اس کے سور کی قیمت ادا کرے گا اگر وہ اسے تلف کر دے۔‘‘

ذمی کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اس کی غیبت کرنا، اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز ہے۔:

و یجب کف الاذی عنه و تحرم غیبته کالمسلم (۴)

’’غیر مسلم سے اذیت کو روکنا اسی طرح واجب ہے جس طرح مسلمان سے اور اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے۔‘‘

---

(۱) ابو یوسف، کتاب الخراج: ۱۰۸، ۱۰۹

(۲) ابن قدامه، المغنی، ۹:۲۸۹

(۳) ۱۔ حصکفی، الدرالمختار، ۲: ۲۲۳
۲۔ ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳

(۴) ۱۔ حصکفی، الدرالمختار، ۲: ۲۲۳
۲۔ ابن عابدین شامی، الدالمحتار، ۳: ۲۷۳۔۲۷۴

۳۔ نجی زندگی اور شخصی راز داری کا حق

مملکت اسلامیہ میں ہر فرد کو نجی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے کہ کوئی شخص بغیر اس کی اجازت اور رضا مندی کے اس کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ہر شخص کا مکان نجی اور پرائیویٹ معاملات کا مرکز اور اس کے بال بچوں کا مستقر ہوتا ہے۔ اس حق پر دست درازی خود فرد کی شخصیت پر دست درازی ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں۔

گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونے کی صریح ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۝(۱)

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۝ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو وہاں داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۝‘‘

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو بھی نجی زندگی اور شخصی راز داری کا حق اسی طرح حاصل ہے جس طرح مسلمانوں کو؛ اس لیے کہ اسلامی قانون نے ان کے لیے یہ اُصول طے کیا ہے کہ جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ ان کو بھی حاصل ہوں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر ڈالی گئی ہیں وہ ان پر بھی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول ان سے جزیہ اس لیے لیا جاتا ہے تاکہ ان کے جان و مال کی اسی طرح حفاظت کی جاسکے جس طرح ہمارے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے۔(۲)

---

(۱) القرآن، النور، ۲۴:۲۷، ۲۸

(۲) ابن قدامہ، المغنی، ۹:۲۸۹

۴۔ مذہبی آزادی کا حق

اسلام خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دیتا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے لوگوں پر اپنے عقائد بدلنے اور اسلام قبول کرنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالتا، نہ کسی جبر و اکراہ سے کام لیتا ہے۔ دعوتِ حق اور جبر و اکراہ بالکل الگ حقیقتیں ہیں۔ اسلام کے پیغام حق کے ابلاغ کا قرآنِ حکیم نے یوں بیان کیا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ○(۱)

’’(اے رسول معظم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو بے شک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہے○‘‘

اسلام نے ایسے طریق دعوت سے منع کیا جس سے کسی فریق کی مذہبی آزادی متاثر ہوتی ہو، دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔(۲)

’’دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہوچکی ہے۔‘‘

شریعت کی یہ حکمت عملی ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہب و مسلک پر برقرار رہنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اسلامی مملکت ان کے عقیدہ و عبادت سے تعرض نہ کرے گی۔ اہلِ نجران کو حضور نبی اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا اس میں یہ جملہ بھی درج تھا:

(۱) القرآن، النحل، ۱۶:۱۲۵
(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۲۵۶

ولنجران وحاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبی رسول الله علی انفسهم وملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و بيعهم و صلواتهم لا يغيروا اسقفاعن اسقفيته و لا راهبا عن رهبانية ولا و اقفا عن و قفانيته و كل ما تحت ايديهم من قليل او كثير۔(۱)

’’نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔‘‘

مختلف ادوار میں گرجا گھر اور کلیسے اسلامی حکومت میں موجود رہے ہیں۔ کبھی بھی انہیں ادنیٰ گزند تک نہیں پہنچائی گئی بلکہ حکومت نے ان کی حفاظت کی ہے اور غیر مسلموں کو ان میں عبادات کی انجام دہی کے لیے سہولیات فراہم کی ہیں۔

اَقلیتوں کے شخصی معاملات بھی ان کی شریعت (personal law) کے مطابق طے کیے جائیں گے، اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں کیا جائے گا۔ جن افعال کی حرمت ان کے مذہب میں بھی ثابت ہے ان سے تو وہ ہر حال میں منع کیے جائیں گے، البتہ جو افعال ان کے ہاں جائز اور اسلام میں ممنوع ہیں انہیں وہ اپنی بستیوں میں آزادی کے ساتھ کر سکیں گے اور خالص اسلامی آبادیوں میں حکومت اسلامیہ کو اختیار ہوگا کہ انہیں آزادی دے یا نہ دے:

ولا يمنعون من اظهار شيئ مما ذكرنا من بيع الخمر والخنزير

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبریٰ، ۱: ۲۲۸، ۳۵۸

۲۔ ابویوسف، کتاب الخراج: ۷۸

والصليب وضرب الناقوس فی قرية او موضع ليس من امصار المسلمين ولو كان فيه عدد كثير من أهل الاسلام وانما يكره ذلك فی امصار المسلمين و هی التی يقام فيها الجمع والاعياد و الحدود، و اما اظهار فسق يعتقدون حرمته كا لزنا و سائر الفواحش التی هی حرام فی دينهم فانهم يمنعون من ذلك سواء كانوا فی امصار المسلمين او فی امصارهم۔(۱)

’’جو بستیاں اور مقامات مسلمانوں کے شہروں میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب وخنزیر بیچنے اور صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد آباد ہو۔ البتہ یہ افعال مسلمان آبادی کے شہر میں مکروہ ہیں جہاں جمعہ وعیدین اور حدود قائم کی جاتی ہوں۔ رہا وہ فسق جس کی حرمت کے وہ بھی قائل ہیں، مثلاً زنا اور دوسرے تمام فواحش جو ان کے دین میں بھی حرام ہیں تو اس کے اظہار سے ان کو ہرحال میں روکا جائیگا خواہ مسلمانوں کے شہر میں ہوں یا خود ان کے اپنے شہر میں۔‘‘

یعنی اَقلیتیں اپنی قدیم عبادت گاہوں کے اندر رہ کر اپنے تمام مذہبی اُمور بجا لا سکتے ہیں، حکومتِ اسلامیہ اس میں دخل دینے کی مجاز نہیں ہے۔ تاہم اس ذیل میں اقلیتوں کو مسلمانوں کے شعائر مذہبی کے احترام کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

أيما مصر مصرته العرب فليس للعجم ان يبنوا فيه بناء بيعة ولا يضربوا فيه ناقوسا ولا يشربوا فيه خمراً ولا يتخذوا فيه خنزيراً أيما مصر كانت العجم مصرته يفتحه الله على العرب فنزلوا على حكمهم فللعجم ما فی عهدهم وللعجم على العرب ان يوفوا بعهدهم۔(۲)

(۱) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۳

(۲) ۱۔ ابن ابی شيبه، المصنف، ۶: ۴۶۷، رقم: ۳۲۹۸۲

’’جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئی عبادت گاہیں اور کنائس تعمیر کریں، یا ناقوس بجائیں، شرابیں پئیں اور سور پالیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ نے عربوں (یعنی مسلمانوں) کے ہاتھ پر فتحیاب کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے حکم پر اطاعت قبول کر لی تو عجم کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدے میں طے ہو جائیں اور عرب پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔‘‘

مرتد کی سزا اور آزادیٔ عقیدہ

وہ مسلمان جو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے اس کا معاملہ اقلیتوں سے مختلف ہو گا۔ اگر کوئی مسلمان احکام اسلام کا پابند ہونے اور اس کے عقیدہ پر ایمان لانے کے بعد اگر اس سے پلٹتا ہے تو وہ گویا اس ارتداد سے فتنہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور مملکت سے بغاوت کرتا ہے جو موجب سزا ہے اس لیے کہ وفائے عہد سے برگشتگی ملکی قانون سے بغاوت اور بہت بڑا جرم ہے اور یہ امر دورِ جدید کے قانون میں بھی معروف و متعین ہے۔ جسکی سزا اکثر ریاستی قوانین میں موت مقرر کی گئی ہے۔

ارتداد کی سزا کے نظائر دنیا کے اکثر آئینی و دساتیری قوانین میں موجود ہیں۔ اسلام نے مرتد کو بھی سزا دینے سے قبل راہ راست کی قبولیت کا موقع پانے کا حق عطا کیا ہے۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں:

و اذا ارتد المسلم عن الاسلام عرض علیه الاسلام فان اسلم والا قتل مکانهٖ الا ان یطلب ان یوجله، فان طلب ذلک اجل

.... ۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۰۲

۳۔ ابن قدامه، المغنی، ۹: ۲۸۳

۵۔ زرعی، احکام اہل الذمه، ۳: ۱۱۸۱، ۱۱۹۵، ۱۲۳۵

۶۔ ابن ضویان، منار السبیل، ۱: ۲۸۳

ثلاثة ایام۔ (۱)

''اگر کوئی مسلمان اسلام سے برگشتہ ہوجائے تو اسے دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو خوب، بصورت دیگر اسے فوراً قتل کردیا جائے گا، تاہم اگر وہ غور و فکر کے لیے کچھ مہلت طلب کرے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی۔''

اگر ارتداد کا ارتکاب عورت نے کیا ہوتو اسے مرد مرتد کی نسبت رجوع الی الحق کے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں گے:۔

ولا تقتل المرتدة ولكنها تحبس ابدا حتى تسلم بلعنا عن ابن عباس انه قال: اذا ارتدت المرأة عن الاسلام حبست ولم تقتل و بلغنا عن رسول الله ﷺ انه نهى عن قتل نساء المشركين فى الحرب فادر ألقتل عنها بهذا ومالها و كسوتها كله لها. وافعالها فى البيع والشرىٰ والعتق والهبة كلها جائزة (۲)

''مرتد ہوجانے والی عورت کو سزائے موت نہیں دی جائے گی بلکہ اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی یا اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک وہ دوبارہ اسلام قبول نہ کرلے۔ ہم تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرماں پہنچا ہے کہ جب کوئی عورت ارتداد اختیار کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید کیا جائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی میدان جنگ میں مشرکین کی عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اس معاملے میں بھی میں انہیں قتل سے بچانا چاہوں گا۔ اس کی املاک و اموال اس کی ملکیت رہیں گے۔ اور اس کے خرید و فروخت، غلاموں کی آزادی، اور ہدیہ سے متعلق معاہدے وافعال معتبر ہوں گے۔''

(۱) شیبانی، السیر الصغیر: ۳۸

(۲) شیبانی، السیر الصغیر: ۴۱

واذا رفعت المرتدة الی الامام فقالت: ما ارتددت، و انا اشهد ان لا اله الا اللہ و ان محمد رسول اللہ کان هذا توبة منها۔(۱)

’’جب کسی مرتدہ کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اپنے ارتداد کا انکار کرتے ہوئے کہے میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں تو یہ اس کی توبہ تصور کی جائے گی (اور اسے سزا نہیں ہوگی)۔‘‘

۵۔ اِقتصادی اور معاشی آزادی کا حق

غیر مسلم پر اسلامی حکومت میں کسب معاش کے سلسلہ میں کسی قسم کی پابندی نہیں ہے، وہ ہر کاروبار کرسکتا ہے جو مسلمان کرتے ہوں۔ سوائے اس کاروبار کے جو ریاست کے لیے اجتماعی طور پر نقصان کا سبب ہو۔ وہ جس طرح مسلمانوں کے لیے ممنوع ہوگا، اُسی طرح ان کے لیے بھی ممنوع ہوگا، مثلاً سودی کاروبار، جو بالآخر پوری سوسائٹی کے لیے ہلاکت کا باعث بنتا ہے یا دیگر اس نوعیت کے کام وغیرہ۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل نجران کو لکھا:

إما أن تذروا الربا و إما أن تأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔(۲)

’’سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔‘‘

احکام القرآن میں آیت **وأخذهم الربا و قد نهوا عنه و اکلهم اموال الناس بالباطل** اور **یایها الذین امنوا لا تکلوا اموالکم بینکم بالباطل** کے تحت امام جصاص فرماتے ہیں:

(۱) شیبانی، السیر الصغیر: ۴۲

(۲) ۱۔ جصاص، احکام القرآن، ۴: ۸۹

۲۔ جصاص، الفصول فی الاصول، ۲:۳۷

فسوی بینھم و بین المسلمین فی المنع من الربا[۱]

''اللہ تعالیٰ نے ان (ذمیوں) اور مسلمانوں کے درمیان سود کی ممانعت کو برابر قرار دیا ہے۔''

اس اُصول کے علاوہ جو تجارت ان کو پسند ہو کریں، یہاں تک کہ وہ اپنے محلوں اور شہروں میں خنزیر اور شراب بھی رکھ سکتے ہیں، ان کی خرید وفروخت کر سکتے ہیں۔ درِمختار میں ہے:

ویضمن المسلم قیمة خمره و خنزیر اذا اتلفه[۲]

''یعنی اگر کوئی مسلمان غیر مسلم اقلیتی فرد کی شراب یا خنزیر کو نقصان پہنچائے گا تو اسے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔''

لیکن یہ چیزیں وہ مسلمانوں کے شہروں میں نہ لائیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے ہاتھ بیچیں گے۔[۳]

پیشوں کے اعتبار سے وہ کوئی بھی پیشہ اختیار کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو اُجرت پر ان سے کام کروانے کی کسی قسم کی ممانعت نہیں ہے۔ اسلام میں کسی پیشہ کی وجہ سے کسی غیر مسلم سے کسی بھی نوعیت کی کوئی دوری رکھنے کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا، تجارتی معاملات میں جو ٹیکس مسلمان دیتے ہیں وہ ان کو بھی دینا ہوگا۔

۶۔ اِجتماعی کفالت میں اَقلیتوں کا حق

جس طرح اسلامی بیت المال کسی مسلمان کے معذور ہو جانے یا بوجہ عمر رسیدگی اور غربت کے محتاج ہو جانے پر کفالت کی ذمہ داری لیتا ہے اسی طرح اسلامی بیت المال

(۱) جصاص، احکام القرآن، ۴: ۸۹

(۲) ۱۔علاؤ الدین حصکفی، الدر المختار، ۲: ۲۲۳

۲۔ ابن عابدین شامی، رد المحتار، ۳: ۲۷۳

(۳) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۳

پر ایک غیر مسلم کے معذور ہونے یا عاجز ہونے کی صورت میں اس کی کفالت لازم ہے۔

کتاب الاموال میں ابوعبید نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

أن رسول اللہ ﷺ تصدق صدقه على اهل بيت من اليهود فهي تجرى عليهم۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا اور (حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی) وہ انہیں دیا جارہا ہے۔''

حضرت زید بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن صفية زوج النبی ﷺ، تصدقت على ذوى قرابة لها، فهما يهوديان، فبيع ذلك بثلاثين الفا ۔(۲)

''بے شک ام المومنین نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرۃ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دیا حالانکہ وہ دونوں یہودی تھے جو تیس ہزار (درہم) کے عوض فروخت کیا گیا۔''

عمرو بن میمون، عمرو بن شرجیل اور مرۃ ہمذانی سے روایت کیا گیا ہے کہ:

انهم كانوا يعطون الرهبان من صدقة الفطر۔(۳)

(۱) ۱۔ ابو عبید، کتاب الاموال: ۱۹۹۲
۲۔ زیلعی، نصب الرایه، ۲: ۳۹۸
۳۔ سیواسی، شرح فتح القدير، ۲: ۲۶۷
۴۔ عسقلانی، الدرایه فی تخريج احاديث الهدايه، ۱: ۲۶۶
(۲) ابوعبید، کتاب الاموال، ۱۹۹۳
(۳) ابوعبید، کتاب الاموال: ۱۹۹۶

اسی طرح کتاب الخراج ابو یوسف میں ہے:

وجعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابته افة من الافات او كان غنيا فافتقر وصار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته و عيل من بيت مال المسلمين و عياله ما اقام بدار الهجرة و دارالاسلام۔(۱)

''وہ راہبوں کو صدقہ فطر میں سے دیتے تھے۔''

''اگر ان کے ضعیف العمر اور ناکارہ لوگوں یا آفت رسیدہ یا بعد از غنی فقیر ہو جانے والوں، کہ ان کے مذہب کے لوگ ان کو خیرات دینے لگیں، سے جزیہ ہٹا لیا جائے گا اور مسلمانوں کے بیت المال سے ان کے نان ونفقہ کا بندوبست کیا جائے گا جب تک وہ اسلامی ملک میں رہیں۔''

عملی طور پر اس کی تاریخ اسلامی میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ غیر مسلم اقلیتوں کے معذور افراد کو اسلامی بیت المال سے باقاعدہ الاؤنس ملتا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک یہودی کو دیکھا جو اندھا ہو چکا تھا تو آپ نے اس کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر فرما دیا۔ اجتماعی کفالت کے حق اور حقوق عامہ میں اسلامی حکومت کی نگاہ میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ وہ بالکل برابر کے شہری ہیں۔

۷۔ روزگار کی آزادی کا حق

اسلام میں ہر جائز ذریعہ روزگار کو مستحسن قرار دیا گیا ہے حدیث مبارکہ ہے:

ما أكل أحد طعاما قط، خيرا من أن يأكل من عمل يديه، و إن نبی الله داؤد علیہ السلام كان يأكل من عمل يديه۔(۲)

(۱) ۱۔ابو یوسف، کتاب الخراج:۱۵۵
۲۔ محمد حمید الله، الوثائق السیاسیة:۳۱۷، وثیقه: ۲۹۱
(۲) محمد حسین ہیکل، الفاروق عمر، ۲: ۲۰۲

''کوئی بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر اور کوئی کھانا نہیں کھا سکتا اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔''

اسلامی مملکت میں اقلیتوں سمیت ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ تجارت، صنعت و زراعت غرضیکہ جو کام بھی وہ کرنا چاہے کر سکتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کے قریب نہ جائے، جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے، جیسے سودی معاملات ہیں اور جائز حدود میں بھی اخلاقی قدروں کا لحاظ رکھے، اپنے کام کی وجہ سے کسی دوسرے کی تجارت یا صنعت کے درپے آزار نہ ہو۔ یہ اسلامی شریعت میں ناجائز ہے۔ جب فرد جائز کام کرے گا تو اس کا حاصل اور ثمر اس کا حق ہو گا، اس لیے کہ یہ اس کی محنت اور پسینہ کی کمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰیo(۱)

''اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہےo''

حکومت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی فرد کو جائز کاموں کے کرنے سے روک دے، البتہ اگر کوئی شرعی ضرورت ہو تو ایسا کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر وہ اپنے ملازمین کو تجارت اور کمائی کرنے سے روک سکتی ہے، تاکہ وہ اپنے اثر و نفوذ اور منصب کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ اس لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کی مالیت کا محاسبہ کرتے تھے، اگر ان میں سے کوئی یہ جواز پیش کرتا کہ میں نے تجارت سے نفع کما کر یہ دولت اکٹھا کی ہے تو آپ فرماتے:

نحن انما بعثناکم ولاۃ ولم نبعثکم تجارا(۲)

''ہم تمہیں والی بنا کر بھیجتے ہیں تاجر بنا کر نہیں۔''

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۹۲

(۲) محمد حسین ہیکل، الفاروق عمر، ۲: ۲۰۲

۸۔ تحفظ اور سلامتی کا حق

اسلامی ریاست اقلیتوں کے تحفظ اور سلامتی کی ذمہ دار ہے۔ اگر اسلامی ریاست کا کسی دوسری قوم سے معاہدہ ہو تو اس قوم کے تحفظ و سلامتی کی ذمہ داری بھی اسلامی ریاست پر ہوگی:

وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ۔ (۱)

''اور اگر وہ (مقتول) تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن (بھی) ہو تو (صرف) ایک غلام/باندی کا آزاد کرنا (ہی لازم) ہے اور اگر وہ (مقتول) اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہے تو خون بہا (بھی) جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور اور ایک مسلمان غلام/ باندی کا آزاد کرنا (بھی لازم) ہے۔''

اقلیتوں کی جان کی حرمت حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتی ہے:

دية اليهودی والنصرانی و کل ذمی مثل دية المسلم۔ (۲)

''یہودی، عیسائی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔''

خلفائے راشدین کے دور میں اس اصول پر عمل کیا جاتا رہا اور ذمیوں کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر ادا کی جاتی تھی۔

دورانِ فتوحات غیر مسلم اقوام سے جو معاہدات ہوئے ان میں ایک شرط یہ بھی

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۹۲

(۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۹۷، ۹۸

۲۔ ابن رشد، بداية المجتهد، ۲: ۳۱۰

تھی کہ غیر مسلم رعایا کے تحفظ، سلامتی اور بنیادی ضروریات کی حکومت ذمہ دار ہوگی۔ چنانچہ حیرہ کے باشندوں کو جو پروانہ امان دیا گیا اس کا ایک حصہ یہ ہے:

''جو غیر مسلم بوڑھا ہو جائے اور کام نہ کر سکے یا کوئی ناگہانی آفت اسے ناکارہ بنا دے یا پہلے دولتمند ہو، بعد میں کسی حاثہ کی وجہ سے غریب ہو جائے تو ایسے آفت رسیدہ لوگوں سے نہ صرف یہ کہ حکومت کوئی ٹیکس وصول نہیں کرے گی بلکہ ان کو اور ان کی اہل وعیال کو سرکاری خزانہ سے گزارہ الاؤنس بھی مہیا کیا جائے گا۔''(۱)

تاریخِ اسلام میں اس اُصول کی متعدد عملی مثالیں ملتی ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے یہودی کو بڑی خستہ حالت میں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ انصاف کا تقاضا نہیں کہ ہم اس کی جوانی میں تو اس سے فائدہ اُٹھائیں اور اُسے بڑھاپے میں اس طرح رسوا ہونے دیں چنانچہ آپ نے حکم صادر فرمایا کہ اس بوڑھے کو زندگی بھر اس کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ملک کے گورنروں کو لکھا کہ وہ غیر مسلم کے رعایا کے مستحق اور غریب افراد کو بیت المال سے پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ تنخواہیں دیں۔(۲)

اسی طرح غیر مسلموں کو وظائف دینے کی کئی مثالیں تاریخِ اسلام میں موجود ہیں۔ ہر دور میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسلام کے قوانین پر عمل کیا جاتا رہا اور جب کبھی سرکش امراء نے اس کے خلاف عمل کیا ہے تو علماء و فقہا نے انہیں اس سے باز رکھنے یا کم از کم ان سے اس کی تلافی کرانے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبدالملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا۔ بلاذری کے مطابق:

فلما استخلف عمر بن عبدالعزیز شکی النصاری إلیه ما فعل

(۱) ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۵۵

(۲) ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۵۰

الوليد بهم في كنيستهم فكتب الى عامله يامره برد ما زاده في المسجد۔ [1]

’’جب حضرت عمر بن عبدالعزیز تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید کے کنیسہ پر کیے گئے ظلم کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گر جا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔‘‘

جب ولید بن یزید نے رومی حملہ کے خوف سے قبرص کے ذمی باشندوں کو جلا وطن کر کے شام میں آباد کیا تو اس پر فقہائے اسلام اور عام مسلمان سخت ناراض ہوئے اور اسے گناہ عظیم سمجھا۔ پھر جب یزید بن ولید نے ان کو دوبارہ قبرص میں لے جا کر آباد کر دیا تو اسے عوام الناس نے بنظر احسن دیکھا اور کہا کہ یہی انصاف کا تقاضا ہے۔ اسماعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ:

فاستقطع ذلك المسلمون واستعظمه الفقهاء فلما ولى يزيد بن الوليد بن عبدالملك ردهم الى قبرس فاستحسن المسلمون ذلك من فعله و رأوه عدلا ۔ [2]

’’اس فعل کو عام مسلمانوں اور فقہا نے غلط قرار دیا اور جب یزید بن الولید بن عبدالملک آیا تو اس نے قبرص کے باشندوں کو واپس کر دیا اس کے اس عمل کی عام مسلمانوں نے تعریف کی اور اسے عدل و انصاف پر مبنی قرار دیا۔‘‘

بلاذری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جبلِ لبنان کے باشندوں میں سے ایک گروہ نے بغاوت کر دی۔ اس پر صالح بن علی بن عبداللہ نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک فوج بھیجی، جس نے ان کے ہتھیار اُٹھانے والے مردوں کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں میں سے

(۱) بلاذری، فتوح البلدان:۱۵۰

(۲) بلاذری، فتوح البلدان:۱۸۰

ایک جماعت کو جلا وطن کیا اور ایک جماعت کو وہیں آباد رہنے دیا۔ امام اَوزاعیؒ اس زمانہ میں زندہ تھے۔ اُنہوں نے صالح کو اس ظلم پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے بغاوت میں حصہ نہ لینے والوں کو قتل کرنے اور گھروں سے نکالنے کی مذمت کی اور ایک طویل خط لکھا، جس کے چند فقرے یہ ہیں:

ما قدمت علمت فكيف تؤخذ عامة بذنوب خاصة حتى يخرجوا من ديارهم واموالهم۔ وحكم الله تعالى: ﴿لاتزر وازرة وزر اخرى﴾۔ وأحق الوصايا أن تحفظ و ترعى وصية رسول الله ﷺ: ''من ظلم معاهدا و كلفه فوق طاقته فأنا حجيه''[1]

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ عام لوگوں کو بعض خاص لوگوں کے جرم کی سزا کیوں کر دی جاسکتی ہے۔ اور کس بنا پر انہیں ان کے گھروں اور انکی جائیدادوں سے بے دخل کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ **لا تزر وازرة وزر اخرى** اور یہ ایک واجب التعمیل حکم ہے۔ تمہارے لیے بہترین نصیحت یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو یاد رکھو کہ ''جو کوئی کسی معاہد پر ظلم کرے گا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا اس کے خلاف میں خود مدعی بنوں گا۔''

۹۔ تمدنی اور معاشرتی آزادی کا حق

اسلامی ریاست میں اقلیتیں اپنی قومی اور تہذیبی روایات کے مطابق رہ سکیں گی یہاں تک کہ ان کے شخصی معاملات یعنی نکاح طلاق بایں حد کہ نکاح محرمات بھی اگر ان کے تہذیبی شعائر میں رائج ہو تو اس سے بھی کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت فرمایا کہ خلفائے راشدین نے اہل ذمہ کو نکاح محرمات کی کیوں اجازت دے دی تھی اور شاید آپ

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۱۸۶

اس پر پابندی لگانا چاہتے تھے کیونکہ یہ فعل شناعت کے اعتبار اس قدر شنیع ہے کہ فطرت سلیمہ اسے ہرگز قبول نہیں کرتی۔ جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا:

انما بذلوا الجزية ليتركوا علی ما يعتقدون و انما انت متبع ولا مبتدع والسلام۔(۱)

''انہوں نے جزیہ اس لیے دیا ہے کہ انہیں ان کے اعتقادات پر چھوڑ دیا جائے اور آپ تو خلفائے راشدین کی پیروی کرنے والے ہیں نہ کہ نئی راہ بنانے والے۔''

اسلامی ریاست میں اندر سوائے حرم کے وہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کر سکتے ہیں اور اسی طرح ترک سکونت کا بھی انہیں اختیار ہے۔ حرم سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور اس میں مشرک کے داخلہ پر پابندی نص سے ثابت ہے اس لیے وہ وہاں نہ رہ سکیں گے۔

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں پر بھی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اقلیتوں سے نیکی، انصاف اور حسن سلوک پر مبنی رویہ اختیار کریں

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَo(۲)

''(اے مسلمانو!) اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا (بلکہ) اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہےo''

(۱) ۱۔ سیواسی، شرح فتح القدير، ۴:۷ ۴۱
۲۔ سرخسی، المبسوط، ۵:۳۹

(۲) القرآن، الممتحنة، ۶۰:۸

۱۰۔ اَقلیتوں کی حفاظت اِسلامی رِیاست کی ذِمّہ داری ہے

اِسلامی ریاست میں اقلیتوں کو دفاعی ذمہ داریاں ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کا دفاع اِسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسلامی حکومت غیر مسلموں کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرے گی۔(۱)

چونکہ اسلامی ریاست اقلیتوں کو جان و مال اور آبرو کا تحفظ فراہم کرتے ہے اور ان پر کوئی دفاعی ذمہ داری بھی عائد نہیں کرتی لہٰذا اس کے عوض اقلیتیں اسلامی ریاست کو مالیاتی طور پر contribute کرتے ہیں جسے اسلامی قانون میں جزیہ کہا گیا ہے۔ اسلامی ریاست میں اقلیتوں پر جزیہ عائد کرنے کے معاملے میں بھی عدل وانصاف اورحسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امرائے لشکر کو لکھا:

ألا یضربوا الجزیة علی النساء ولا علی الصبیان وأن یضربوا الجزیة علی من جرت علیه الموسی من الرجال۔(۲)

---

(۱) ۱۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۱
۲۔ شربینی، مغنی المحتاج، ۴: ۲۴۳
۳۔ منصور بن یونس، کشاف القناع، ۳: ۹۲
۴۔ زحیلی، الفقه الاسلامی وادلته، ۶: ۴۴۶

(۲) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۳۳۱، رقم: ۱۹۲۷۳
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۸۵، رقم: ۱۰۰۹۰
۳۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۶: ۴۲۸، ۴۲۹، رقم: ۳۲۶۳۶، ۳۲۶۴۰
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۱۹۵، ۱۹۸
۵۔ ابن حزم، المحلی، ۷: ۳۴۷
۶۔ ابن قدامه، المغنی، ۸: ۴۷۶، ۵۰۷
۷۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر، ۴: ۱۲۳

”عورتوں اور بچوں پر جزیہ عاید نہ کریں اور صرف ان مردوں پر جزیہ عاید کریں، جن کے بال اگ آئے ہوں (بالغ ہوگئے ہوں)۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مقام سے گزر ہوا تو آپ نے ایک بوڑھے نابینا یہودی بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

فما ألجأك الى ما ارى؟ قال: أسأل الجزية والحاجة والسن ۔ فأخذ عمر بيده و ذهب به الى منزله فرضخ له بشئ من المنزل۔ ثم ارسل الى خازن بيت المال فقال: انظر هذا و ضرباءه، فو اللّٰه! ما أنصفناه أن أكلنا شبيبته ثم نخذله عندالهرم(۱)

تمہیں اس پر کس بات نے مجبور کیا؟ اس نے کہا کہ بوڑھا ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور اسے اپنے گھر سے کچھ دیا، پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے اور لوگوں کا خیال رکھو اور ان سے جزیہ لینا موقوف کردو۔ کیونکہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور اب بڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں۔“

جزیہ کی مقدار مقرر کرنے میں بھی ذمیوں پر تشدد کرنا ممنوع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے کہ **لا يكلفوا فوق طاقتهم** جتنا مال دینا ان کی طاقت سے باہر ہو انہیں اس کے ادا کرنے کی تکلیف نہ دو۔(۲)

جزیہ کے عوض ان کی املاک کا نیلام نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم ہے:

لا تبيعن لهم فى خراجهم حماراً ولا بقرة ولا كسوة شتاء

(۱) ۱۔ ابن قدامه، المغنى، ۸: ۵۰۹
۲۔ ابو يوسف، كتاب الخراج: ۱۵۰
(۲) بيهقى، السنن الكبرىٰ، ۹: ۲۰۶

ولا صيف۔[1]

’’خراج میں ان کا گدھا یا ان کی گائے یا ان کے سردی و گرمی سے بچانے والے کپڑے نہ بیچنا۔‘‘

ایک اور موقع پر اپنے عامل کو بھیجتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لا تبيعن لهم كسوة شتاء ولا صيفا، ولا رزقا ياكلونه، ولا دابة يعملون عليها، ولا تضربن أحدا منهم سوطا و احدا فى درهم ولا تقمه على رجله فى طلب درهم، ولا تبع لأحد منهم عرضا فى شيئ من الخراج، فإنا انما أمرنا أن ناخذ منهم العفو، فإن انت خالفت ما أمرتك به ياخذك الله به دونى، و إن بلغنى عنك خلاف ذلك عزلتك ۔[2]

’’ان کے جاڑے گرمی کے کپڑے اور ان کے کھانے کا سامان اور ان کے جانور جن سے وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں خراج وصول کرنے کی خاطر نہ بیچنا نہ کسی کو درہم وصول کرنے کے لیے کوڑے مارنا، نہ کسی کو کھڑا رکھنے کی سزا دینا اور نہ خراج کے عوض کسی چیز کا نیلام کرنا کیوں کہ ہم، جو ان کے حاکم بنائے گئے ہیں، ہمارا کام نرمی سے وصول کرنا ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کے خلاف عمل کیا تو اللہ میرے بجائے تمہیں سزا دے گا اور اگر مجھے تمہاری خلاف ورزی کی خبر پہنچی تو میں تمہیں معزول کر دوں گا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں منجملہ اور احکام کے ایک یہ بھی تھا کہ:

(۱) ابن قدامه، المغنى، ۹:۲۹۱

(۲) ابويوسف، كتاب الخراج:۱۷

وامنع المسلمين من ظلمهم والإضراربهم واكل اموالهم إلا بحلها۔(۱)

''مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کے مال کھانے سے منع کرنا۔''

شام کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے عامل جزیہ وصول کرنے کے لیے ذمیوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے اور ان کے سروں پر تیل ڈال کر سزائیں دے رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

فرعوهم، لا تكلفوهم مالا يطيقون، فانی سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول:لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس فی الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة و أمربهم فخلی سبيلهم(۲)

''ان کو چھوڑ دو، تم ان کو تکلیف نہ دو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو بے شک وہ لوگ جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں اللہ انہیں قیامت کے دن عذاب دے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔''

ہشام بن حکم نے حمص کے ایک سرکاری افسر عیاض بن غنم کو دیکھا کہ وہ ایک قبطی کو جزیہ وصول کرنے کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رہا ہے۔ اس پر انہوں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

ان الله يعذب الذين يعذبون الناس فی الدنيا۔(۳)

---

(۱) ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۵۲

(۲) امام ابویوسف، کتاب الخراج:۱۳۵

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر،باب الوعید الشدید،۴:۲۰۱۸، رقم:۲۶۱۳

←

’’اللہ ﷻ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔‘‘

فقہائے اسلام نے نادہندگان کے حق میں صرف اتنی اجازت دی ہے کہ انہیں تادیباً قید بے مشقت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے لکھا ہے:

ولکن یرفق بھم و یحبسون حتی یؤدوا ما علیھم۔(۱)

’’اور ان سے نرمی سے پیش آیا جائے گا اور ادائیگی جزیہ تک انہیں قید کیا جائے گا۔‘‘

جو ذمی محتاج اور فقیر ہو جائیں انہیں صرف جزیہ ہی معاف نہیں کیا جائیگا بلکہ ان کے لیے اسلامی خزانہ سے وظائف بھی مقرر کیے جائیں گے۔ حضرت خالد بن ولید ﷺ نے اہل حیرہ کو جو امان نامہ لکھ کر دیا تھا اس میں لکھتے ہیں:

وجعلت لھم ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابته آفة من آلآفات او کان غنیاً فافتقروصارا ھل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته و عیل من بیت مال المسلمین وعیاله۔(۲)

......۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج،باب فی التشدید، ۳:۱۰۶، رقم:۳۰۴۵

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۳۶، رقم: ۸۷۷۱

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۰۳، ۴۰۴، ۴۶۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲:۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۹، رقم: ۵۶۱۲، ۵۶۱۳

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۷۱، رقم: ۴۴۱

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۲۰۵

۸۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۳۷۷، رقم:۱۵۶۷

(۱) ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۳۳

(۲) ۱۔ محمد حمید الله، الوثائق السیاسة:۳۱۷، وثیقه: ۲۹۱

۲۔ابویوسف، کتاب الخراج:۱۵۵

''میں نے ان کے لیے یہ حق بھی رکھا ہے کہ جو کوئی شخص بڑھاپے کے سبب ازکار رفتہ ہو جائے یا اس پر کوئی آفت نازل ہو جائے، یا وہ پہلے مال دار تھا پھر فقیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس کو صدقہ و خیرات دینے لگے، تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائیگا اور اسے اور اس کے بال بچوں کو ریاست کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔''

اگر کوئی ذمی مرجائے اور اس کے حساب میں مکمل جزیہ یا جزیہ کا بقایا واجب الادا ہو تو وہ اس کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ورثا پر اس کا بار ڈالا جائے گا۔ کیونکہ یہ اس پر قرض نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

إن وجبت عليه الجزية فمات قبل ان تؤخذ منه اوأخذ بعضها وبقى البعض لم يوخذ بذلك ورثته ولم توخذ من تركته لإن ذلك ليس بدين عليه ۔[1]

''اگر اس پر جذیہ واجب ہو تو اس کی کل یا کچھ ادائیگی سے قبل وہ مرجائے تو اس پر بقیہ واجب الادا جزیہ وارثوں سے وصول نہیں کیا جائیگا کیونکہ یہ اس پر قرض نہیں ہے۔''

۱۱۔ عسکری خدمات سے اِستثناء کا حق

اسلامی ریاست میں ذمی فوجی خدمت سے مستثنٰی ہیں اور دشمن سے ملک کی حفاظت تنہا مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے چونکہ ان سے جزیہ اسی حفاظت کے معاوضہ میں وصول کیا جاتا ہے، اس لیے اسلام نہ تو ان کو فوجی خدمت کی تکلیف دینا جائز سمجھتا ہے اور نہ ان کی حفاظت سے عاجز ہونے کی صورت میں جزیہ وصول کرنا۔ اگر مسلمان ان کی حفاظت نہ کرسکیں توانہیں ذمیوں کے اموال جزیہ سے فائدہ اٹھانے کا کوئی

(۱) ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۳۲

حق حاصل نہیں۔ جنگ یرموک کے موقع پر رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک زبردست فوج جمع کی اور مسلمانوں کو شام کے تمام مفتوح علاقے چھوڑ کر ایک مرکز پر جمع ہونے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء کو لکھا کہ:

’’جو کچھ جزیہ وخراج تم نے ذمیوں سے وصول کیا ہے انہیں واپس کردو اور ان سے کہو کہ اب ہم تمہاری حفاظت سے عاجز ہیں اس لیے تم اپنے معاملے کے لحاظ سے آزاد ہو۔ اس لیے ہم نے جو مال تمہاری حفاظت کے معاوضہ میں وصول کیا تھا اسے واپس کرتے ہیں۔‘‘

اس حکم کے مطابق تمام لشکروں کے امراء نے جمع شدہ رقم واپس کر دی۔ (۱)

۱۲۔ اَقلیتوں سے معاہدے کی پاسداری اِسلامی رِیاست کا فرض ہے

اگر اقلیتوں نے اسلامی ریاست سے کوئی معاہدہ کیا ہو تو اسلامی ریاست اسے ہر حال میں پورا کرنے کی پابند ہوگی:۔

العقد فهو انه لازم فی حقنا حتی لایملك المسلمون نقضه بحال من الاحوال واما فی حقهم فغیر لازم۔ (۲)

’’عقد ذمہ مسلمانوں کی جانب ابدی لزوم رکھتا ہے، یعنی وہ میثاق کرنے کے بعد پھر توڑ دینے کے مختار نہیں ہیں۔ لیکن دوسری جانب ذمیوں کو اختیار ہے کہ جب تک چاہیں اس پر قائم رہیں اور جب چاہیں توڑ دیں۔‘‘

ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا، حتی کہ جزیہ بند کر دینا، مسلمان کو قتل کرنا، یا کسی مسلمان عورت کی آبرو ریزی کرنا بھی اس کے حق میں

(۱) ۱۔ ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۵۰
۲۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۱۶۱
(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۲

ناقض ذمہ نہیں ہے البتہ صرف تین صورتیں ایسی ہیں جن میں عقد ذمہ باقی نہیں رہتا، ایک یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے دوسری یہ کہ وہ دارالاسلام سے نکل کر دشمنوں سے جا ملے، تیسری یہ کہ حکومتِ اسلامیہ کے خلاف علانیہ بغاوت کر دے۔ (۱)

۱۳۔ جنگی قیدیوں کے حقوق

اسلام نے جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ جنگ بدر کے ایک قیدی کا بیان ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے، یہ اپنے اہل و عیال سے اچھا کھانا ہمیں کھلاتے تھے اور اپنے گھر کے لوگوں سے کہیں زیادہ ہماری آسائش کا خیال رکھتے تھے۔ مخالفین سے یہ سلوک اس لیے کیا جاتا تھا کہ اسلام دُشمن کو بھی تکریم انسانیت کا مستحق سمجھتا ہے اور کسی کے فکر اور عقیدے میں جبر و جور کے ذریعے تبدیلی پسند نہیں کرتا، اس کا واضح ارشاد ہے:

لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ۔ (۲)

’’دین کے معاملہ میں جبر روا نہیں۔‘‘

جب دین کے معاملے میں جبر روا نہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ غیر مسلموں کو انسانی حقوق سے محروم کر دیا جائے؟

۱۴۔ معاہداتِ نبوی اور اَقلیتوں کے حقوق

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں جن غیر مسلم قبائل نے غیر مسلم ہوتے ہوئے جزیرۃ العرب میں اسلامی حکومت کی رعایا کے طور پر رہنا پسند کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کئی معاہدے کیے جو اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کی مختلف جہات کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے چند معاہدات حسب ذیل ہیں:

(۱) كاسانى، بدائع الصنائع، ۷: ۱۱۳
(۲) القرآن، البقرة، ۲: ۲۵۶

نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہلِ نجران کے لیے ہے۔

۱۔ ان کے پھلوں، سونے چاندی، غلام اور اُن اشیاء کے ساتھ ہر قسم کے مال کے عوض میں ان پر مندرجہ ذیل خراج عائد کیا جاتا ہے۔

ا) دو ہزار یمنی حلے (دو قسطوں میں) ماہ رجب میں ایک ہزار، ماہ صفر میں ایک ہزار۔

ب) اور ایک حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی۔

۲۔ مقررہ مقدار خراج میں کسی شے کی کمی اور دوسری شے کی بیشی پر جمع و منہا لازم ہو گا۔

۳۔ اگر اہلِ نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات اور چاندی) کے عوض میں اجناس داخل کرنا چاہئیں۔ تو بدل مبدل منہ دونوں کی قیمت میں کمی بیشی کا لحاظ ضرور ہو گا۔

۴۔ اہلِ نجران پر میرے تحصیلداروں کی مہمان نوازی اور تکریم بیس سے لے کر تیس دن تک واجب ہے۔ اس کے بعد اُنہیں اپنے ہاں روکا نہ جائے۔

۵۔ ہماری طرف سے یمن اور معرہ پر حملہ کے وقت اُنہیں ہم کو:

الف۔ تیس گھوڑے

ب۔ ۳۰ زرہیں عاریتہً دینا ہوں گی۔

جن کے اتلاف پر ان کی قیمت اور شکست و ریخت کے ہمارے تحصیل دار ذمہ دار ہوں گے۔

۶۔ اہلِ نجران کے ساتھ ان کے ہمسایہ حلیفوں کے لیے بھی محمد رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے مندرجہ ذیل اشیاء میں تلافی کے ذمہ دار ہیں۔

الف۔ وطن اور وطن کے باہر ہر دو جگہوں میں ان کے اموال و نفوس کے اتلاف پر۔

ب۔ ان کے مذہب اور ان کے قرابت داروں کی تذلیل و تحقیر پر۔

۷۔ ان کے پادری، گوشہ نشینوں اور کاہنوں پر گرفت نہ ہوگی۔

۸۔ ان کی ماتحتی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کی کہتری عائد نہ ہوگی۔

۹۔ وہ قبل از اسلام کے قتل کے مواخذہ سے بری ہیں۔

۱۰۔ وہ ہماری جنگوں میں شرکت سے مستثنٰی ہیں۔

۱۱۔ ہمارا لشکر ان پر حملہ نہ کرے گا۔

۱۲۔ ہماری عدالت میں دعوے پیش کرنے پر ان سے انصاف کیا جائے گا۔

۱۳۔ ان میں سے جو شخص اپنے خاندان سے سود لے گا وہ ہماری ذمہ داری سے محروم ہے۔

۱۴۔ کسی فرد کی دوسرے فرد کے عوض میں گرفت نہ ہوگی۔ (۱)

بالکل اسی طرح کا ایک عہد نامہ اہلِ نجران سے ہوا کہ جس میں مذہبی آزادی کی اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ جس کو بلاذری نے فتوح البلدان میں تحریر کیا ہے۔ جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ لکھ کر دیا:

ولنجران و حاشيتها جوار الله و ذمة محمد النبی رسول الله (ﷺ) علی انفسهم و ملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و غيرهم و بعثهم و أمثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم و امثلتهم لا يفتن اسقف من اسقفيته ولا راهب من رهبانيته ولا واقه من وقاهيته علی ما تحت ايديهم من

(۱) ۱۔ بلاذری: فتوح البلدان: ۸۹۔۹۰

۲۔ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسۃ: ۱۴۰، وثیقہ: ۹۴

قلیل او کثیر ولیس علیهم رهق۔[1]

’’اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کی جانوں ان کے مذہب ان کی زمینوں ان کے اموال۔ ان کے موجود اور غیر موجود، ان کے مواشی اور قافلے اور اُن کے استہان وغیرہ کے ذمہ دار ہیں اور جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ کسی پادری، راہب یا سردار کو اس کے عہدے سے نہ ہٹایا جائے اور ان کو کوئی خوف نہ ہو گا۔‘‘

ان معاہدات سے اقلیتوں کے حقوق کا جو خاکہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ:

ا) اسلامی حکومت کے ماتحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

ب) ان کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جا سکتا۔

ج) ان کے اموال، ان کی جان اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہوتی ہے۔

د) اسلامی حکومت کے اندرونی استحکام کی خاطر خلیفہ یا سربراہ مملکت **لا يفتن واقه من واقهية** کے ماتحت انہیں انتظامی اُمور کے عہدے جس حد تک مناسب سمجھے تفویض کر سکتا ہے۔

ہ) اپنے مذہبی عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہیں اور ان کی عبادت گاہیں قابلِ احترام ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ **لا يغير حق من حقوقهم و امثلتهم** تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان کی عبادت گاہوں میں کسی قسم کا تغیر نہ کیا جائے اور ان کا احترام بہرحال قائم رکھا جائے گا۔

---

(۱) بلاذری، فتوح البلدان: ۹۰

ان سب چیزوں کے عوض غیر مسلم رعایا اسلامی حکومت کو کیا دے گی؟ وہی کچھ جو مسلم رعایا دیتی ہے۔ جو محاصل مسلم دے گا اس کا نام زکوٰۃ وعشر ہو گا اور جو محاصل غیر مسلم رعایا دے گی وہ جزیہ یا خراج کہلائے گا۔ یہ اسلامی بیت المال میں جمع ہونے والی رقوم کی الگ الگ دو مدوں کے نام ہیں، اس میں کسی کہتری یا برتری کا کوئی تصور نہیں ہے، جزیہ محافظت کی جزا ہے جسے ادا کرنے کے بعد غیر مسلم رعایا جنگی خدمات سے مستثنٰی ہو جاتی ہے اور اسلامی حکومت ان کے مال، جان اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

۱۵۔ خلافتِ صدیقی اور اَقلیتوں کے حقوق

وہ معاہدات جو دورِ صدیقی میں ہوئے اگرچہ ان کی تعداد کثیر ہے۔ یہاں ان میں سے چند ایسے معاہدے نقل کیے جاتے ہیں جن میں تمام کا خلاصہ آ جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب حسبِ فرمان خلیفۂ اوّل دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کی طرف لوٹے تو راستے میں باشندگان عانات کے ساتھ یہ معاہدہ کیا:

(۱) اہلِ عانات سے معاہدہ

۱۔ ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔

۲۔ وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔

۳۔ وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔

۴۔ مسلمان مسافر کی تین دن ضیافت کریں اور

۵۔ وقت پڑنے پر مسلمانوں کی جان و مال کی نگہداشت کریں۔[1]

(۱) ۱۔ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسۃ، ۳۲۳، وثیقہ: ۲۹۸
۲۔ امام ابو یوسف، کتاب الخراج: ۱۴۵

(۲) اہلِ حیرہ سے معاہدہ

اہلِ حیرہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ کیا اس کی دفعات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کسی کافر کی مسلمانوں کے خلاف اعانت مت کرو۔

۲۔ مسلمانوں کی مخالفت نہ کرو۔

۳۔ ہمارے دُشمن کو ہمارے خفیہ راز مت بتاؤ۔

۴۔ اگر وہ ان دفعات کی پابندی نہ کریں گے تو ہماری طرف سے بھی ان کی امان دہی کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

۵۔ اور ایفائے عہد کی صورت میں جس میں ادائے ٹیکس (جزیہ) بھی شامل ہے۔ ہم ان کی کسی بھی وقت امانت اور حمایت میں سبقت کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

۶۔ اگر وہ ہمارے ماتحت رہے تو ان کے لیے جملہ مراعات ہوں گی، جو اہلِ ذمہ کے لیے ہیں۔

درج ذیل اشخاص کا جزیہ (محاصل) معاف ہے:

۱۔ ان بوڑھوں کا جو کام کاج نہیں کر سکتے۔

۲۔ آسمانی آفات کے ہاتھوں تباہ شدگان کا۔

۳۔ اس فقیر کا جو خیرات پر گذر اوقات کرتا ہے۔

۴۔ متذکرہ بالا تین قسم کے اشخاص کو اسلامی بیت المال سے وظیفہ ملے گا، بشرطیکہ وہ مفتوحہ علاقے سے کسی غیر جگہ منتقل نہ ہوں (اگرچہ وہ غیر مسلم ہی رہیں)۔

۵۔ لباس میں ذمی لوگ فوجی لباس کے سوا جو چاہیں پہنیں۔

۶۔ فوجی لباس پہننے کی صورت میں مقدمہ چلے گا اگر وہ عدالت کو مطمئن نہ کر سکے تو جرم کے مطابق ان کو سزا دی جائے گی۔

۷۔ اگر وہ مسلمانوں سے کسی قسم کی اعانت کے طلب گار ہوں، خواہ مال ہی ہو اس سے دریغ نہ کیا جائے گا۔(۱)

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت سی ہدایات ہمیں ملتی ہیں جو آپ نے لشکر اسلام کے سپہ سالاروں کو تحریری طور پر یا زبانی دیں۔ ان میں سب سے جامع ہدایات وہ ہیں جو آپ نے شام بھیجی جانے والی فوج کے سالاروں کو دی تھیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

أوصیکم بتقوی الله اغزوا فی سبیل الله فقاتلوا من کفر بالله فإن الله ناصردینه ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تجبنوا ولا تفسدوا فی الارض ولا تعصوا ماتؤمرون ...... ولا تغرقن نخلا ولا تحرقنها ولا تعقروا بهیمة ولا شجرة تثمر ولا تهدموا بیعة ولا تقتلوا الولدان ولا الشیوخ ولا النساء وستجدون اقواما حبسوا انفسهم فی الصوامع فدعو هم وما حبسوا انفسهم له وستجدون آخرین اتخذ الشیطان فی رؤوسهم أفحاصا فإذا وجدتم اولئك فاضربوا اعناقهم۔(۲)

(۱) ۱۔ محمد حمید الله، الوثائق السیاسة، ۳۱۶، وثیقه: ۲۹۱
۲۔ ابویوسف، کتاب الخراج: ۱۵۵

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۵
۲۔ مالك، موطا، ۲: ۴۴۷
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۱۹۹
۴۔ سعید بن منصور، السنن، ۲۔۳: ۵۸۰۰
۵۔ حسام الدین، کنزالعمال، ۱: ۲۹۶
۶۔ ابن قدامه، المغنی، ۸: ۴۵۱۔۴۵۲، ۴۷۷
۷۔ ابن حزم: المحلی، ۷: ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۷

''میں تمہیں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اللہ کے راستے میں جہاد کرو جن لوگوں نے خدا کو ماننے سے انکار کردیا ہے ان سے جنگ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت فرمائے گا غلول (مال غنیمت میں چوری کرنا) نہ کرنا، غداری نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا، ......کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درخت کو کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا، تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان کے علاوہ تمہیں کچھ دوسرے لوگ ملیں گے جو شیطانی سوچ کے حامل ہیں (یہ لوگ گرجا گھروں کے خدام کہلاتے ہیں لیکن لوگ جنگ میں ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں) جب تمہیں ایسے لوگ ملیں تو ان کی گردنیں اڑا دو۔''

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لا تخربوا عامرا ولا تذبحوا بعیرا ولا بقرة إلا لمأکل۔(۱)

''کسی آباد جگہ کومت اجاڑو اور کسی گائے یا اونٹ کو ہلاک نہ کرو سوائے اسکے کہ اس کے گوشت کی تمہیں ضرورت ہو''۔

۱۶۔ خلافتِ فاروقی اور اَقلیتوں کے حقوق

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں بھی اقلیتوں کے حقوق کا قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق تحفظ کیا گیا۔ آپ کے دور خلافت میں بھی اقلیتوں سے کئی معاہدے ہوئے جن میں سے اہم اہلِ ماہ بہراذان سے معاہدہ ہے:

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۹۰
۲۔ ابن حزم، المحلی، ۷: ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۷
۳۔ حسام الدین، کنز العمال، ۱: ۲۹۶

اہلِ ماہ بہر اذان سے معاہدہ

حضرت نعمان بن مقرن نے اہلِ ماہ بہر اذان سے سیدنا حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں معاہدہ کیا، جس کی توثیق آپ نے فرمائی۔ اس معاہدے میں اقلیتوں کے متعلق درج ذیل دفعات شامل تھیں:

۱۔ ان کے اموال، نفوس اور اراضی ہر ایک پر ان کا قبضہ بدستور تسلیم کیا جاتا ہے۔

۲۔ انہیں نہ تو ان کے دین سے ہٹایا جائے گا اور نہ ان کی شریعت سے تعرض کیا جائے گا۔

۳۔ اُنہیں ہر سال ایک مرتبہ جزیہ (حکومتی محاصل) ادا کرنا ہوگا، یہ جزیہ ہمارے مقرر کردہ امیر کو دینا ہوگا۔ جزیہ کے عوض ان کی حمایت و حفاظت کی جائے گی۔

۴۔ جزیہ ہر شخص کی وسعت مالی کے مطابق ہوگا۔

۵۔ جزیہ کے مکلّف صرف بالغ مرد ہوں گے۔

۶۔ اُنہیں نووارد مسافروں کی رہنمائی کرنا ہوگی۔

۷۔ گذر گاہوں کی حفاظت ان کے ذمہ ہوگی۔

۸۔ مسلمان فوجی دستوں کی ایک دن کی مہمانی اور قیام کا انتظام کرنا ہوگا۔

۹۔ اگر اُنہوں نے کسی معاملہ میں دھوکا دیا یا اُن شرائط میں کمی کی تو امان کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آخری لمحے تک اقلیتوں کا خیال تھا۔ حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ ہی کے فرد نے آپ کو شہید کیا۔ اس کے باوجود آخری وقت ارشاد فرمایا:

اوصی الخلیفة من بعدی بذمة اللہ و ذمة رسولہ ﷺ أن یوفی لھم

(۱) محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسة: ۳۵۸، وثیقہ: ۳۳۱

بعهدهم و أن يقاتل من ورائهم و أن لا يكلفوا فوق طاقتهم(۱)

’’یعنی میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ میں آنیوالوں (اَقلیتوں) کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان سے کیے ہوئے وعدے پورے کرے اور ان کی حفاظت کے لیے لڑے اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر سے آنے والے لوگوں سے وہاں کی اقلیتوں کے بارے میں برابر پوچھتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ بصرہ سے آنے والے اقلیتوں کے ایک وفد سے دریافت فرمایا:

لعل المسلمين يفضون الى اهل الذمة بأذى ...... فقالوا: ما نعلم الا وفاء۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ، ۱ : ۴۶۹، رقم:۱۳۲۸

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب قصة البیعة، ۳:۱۳۵۶، رقم:۳۴۹۷

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۴۳۶، رقم: ۳۷۰۵۹

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۱۵۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۲۰۶

۶۔ ازدی، الجامع، ۱۱:۱۰۹

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۳۳۹

۸۔ خلال، السنہ، ۱:۱۱۶، رقم: ۶۲

۹۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۶:۱۵۹،۱۶۰

(۲) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۵۰۳

''شاید مسلمان اقلیتوں کو کچھ تکالیف دیتے ہیں ...... (تو اہلِ ذمہ نے) کہا ہم نے عہد کی پابندی کے علاوہ ان میں کچھ نہیں دیکھا۔''

یعنی مسلمانوں نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے اُسے پورا کر رہے ہیں۔

۱۷۔ خلافتِ عثمانی اور اَقلیتوں کے حقوق

خلافتِ راشدہ کا تیسرا دور شروع ہی ایک ایسے المناک حادثہ سے ہوا کہ ایک غیر مسلم نے خلیفۂ وقت پر قاتلانہ حملہ کیا اور خلیفہ جانبر نہ ہو سکے، آپ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ نے غصہ میں آکر قتل کی سازش میں ملوث تین آدمیوں کو قتل کر دیا، جن میں سے ایک مسلمان اور دو غیر مسلم عیسائی تھے، حضرت عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ ثالث نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے اس معاملہ کے بارے میں صحابہ کرام سے رائے لی، تمام صحابہ کی رائے یہ تھی کہ عبید اللہ کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن بعد میں خون بہا پر مصالحت ہو گئی اور خون بہا (دیت) کی رقم تینوں مقتولین کے لیے برابر برابر مقرر کی گئی۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے خون کی حرمت برابر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے شاندار ریکارڈ کا حامل ہے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ کے دربار میں ایک یہودی شعبدہ بازی کے کرتب دکھا رہا تھا، حضرت جندب بن کعب ازدی بھی تماشائیوں میں تھے، آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا تھا، آپ نے ان شعبدوں کو شیطانی اثر سمجھا اور یہودی کو قتل کر دیا۔ ولید نے اسی وقت آپ کو گرفتار کر لیا اور قصاص میں قتل کرنے کے لیے جیل بھیج دیا۔ آپ نے داروغہ جیل ابوسنان سے پوچھا کہ کیا تو بھاگنے میں میری مدد کرے گا۔ اس نے کہا: ہاں اور پھر حضرت جندب کو جیل سے بھاگنے میں مدد دیتے ہوئے کہا: یہاں سے بھاگ جا اللہ تعالیٰ تیرے بارے مجھ سے کچھ نہ پوچھے گا۔

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵:۱۷

جب ولید نے آپ کو قتل کرنے کے لیے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ آپ تو بھاگ گئے ہیں۔ ولید نے داروغہ کو نگرانی میں کوتاہی کرنے کے جرم میں قتل کر دیا۔ (۱)

۱۸۔ خلافتِ مرتضوی اور اَقلیتوں کے حقوق

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دور بہت پر آشوب تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ کے دورِ خلافت میں اقلیتوں کے حقوق کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دی گئی۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں قاتل مسلمان تھا اور مقتول غیر مسلم تھا۔ آپ نے قاتل کو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دینے کا حکم دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر فیصلہ کیا۔ مگر مقتول کے وارثوں نے دیت لے کر قاتل کو چھوڑ دینا چاہا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے مقتول کے ورثاء کو بلا کر پوچھا کہ تمہارے اُوپر کوئی دباؤ تو نہیں ڈالا گیا، تو اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں ہم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ تب آپ نے وہ دیت دلا دی جو مسلمانوں کی دیت کے برابر تھی اور فرمایا:

من کان له ذمتنا فدمه کدمنا و دیته کدیتنا (۲)

''یعنی جو غیر مسلم ہماری ذمہ داری میں ہے اس کا خون ہمارے خون جیسا ہے اور اس کی دیت بھی ہماری یعنی مسلمانوں کی دیت کے برابر ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۱۳۶
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵:۱۴۶

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۳۴
۲۔ شافعی، المسند، ۱:۳۴۴
۳۔ شیبانی، الحجۃ، ۴:۳۵۵
۴۔ زیلعی، نصب الرایۃ، ۴:۳۳۷
۵۔ شافعی، الام، ۷:۳۲۱
۶۔ عسقلانی، الدرایه فی تخریج احادیث الهدایه، ۲:۲۶۳

اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قرآن وسنت کی عطا کی گئی تعلیمات اور دور نبوت و دورِ خلافت راشدہ میں اقلیتوں کے حقوق کے احترام وتحفظ کے ان روشن نظائر سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ مسلم ریاست میں اقلیتوں کو وہ تحفظ اور حقوق حاصل ہیں جن کا تصور بھی کسی دوسرے معاشرے میں نہیں کیا جا سکتا۔ معروف مستشرق واٹ اس کا اعتراف یوں کرتا ہے:

> The Christian were probably better off as Dhimis under Muslim Arab rulers than they had been under the Byzantine Greek.(1)

> ''(مسلمانوں کے دور اقتدار میں) عیسائی، عرب مسلم حکمرانوں کے اقتدار میں بطور ذمی اپنے آپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیت میں رہنے سے زیادہ محفوظ اور بہتر سمجھتے تھے۔''

(1) Watt M. Watt, *Islamic Political Thought*, p. 151.